امداد المشتاق

الی

اشرف الاخلاق

تصنیف و تالیف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

تذکرہ

حضرت الحاج شاہ محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

مکتبہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ
محلہ خانقاہ، دیوبند

امداد المشتاق

الی

اشرف الاخلاق

تصنیف و تالیف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

تذکرہ

حضرت الحاج شاہ محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

مکتبہ امداد اللہ مہاجر مکی
محلہ خانقاہ، دیوبند

جملہ حقوق محفوظ ہیں

مکتبہ رحمانیہ لاہور کا عکسی اڈیشن

نام کتاب ـــــــ امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق

تالیف ـــــــ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

تذکرہ ـــــــ حضرت الحاج شاہ محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

طابع وناشر ـــــــ مکتبہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ محلہ خانقاہ، دیوبند

سال اشاعت ـــــــ مارچ ۲۰۱۴ء

تعداد اشاعت ـــــــ ایک ہزار ایک سو

صفحات ـــــــ 200

مکتبہ امداد اللہ مہاجر مکیؒ
محلہ خانقاہ، دیوبند

کا نام سیکھنے کے لیے آنے والی خلقت کی دستگیری فرماتے تھے، آخر طالبین کا ہجوم دن بدن بڑھتا گیا اور آپ اسی توکل کے وسیع خوان پر مہمانوں کی بخوشی ضیافت فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کی بھاوج نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ موروثی جائیداد آپ منتقل فرما چکے خود توکل پر بعسرت وفقر گزران ہے پھر اس پر مہمانوں کی کثرت اور نووارد مسافروں کی زیادتی گو آپ کو بار نہ معلوم ہو۔ مگر میری غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ اس خدمت سے چشم پوشی کروں اس لیے آج سے جتنے مہمان آئیں ان کی اطلاع غریب خانہ پر فرمادیں ان کا کھانا دونوں وقت یہاں سے آئے گا اوّل تو اعلیٰ حضرت نے انکار فرمایا کہ نہیں میرے مہمان ہیں ان کی خدمت کا مجھ ہی پر حق ہے۔ مگر آخر بھابی صاحبہ کے اصرار کے سبب جو محض اخلاص کے ساتھ تھا آپ نے قبول فرمالیا اور اس روز سے مہمانوں کا کھانا دونوں وقت وہاں سے آنے لگا۔ اعلیٰ حضرت کی بھاوج کا حسن اعتقاد اور مخلصانہ برتاؤ تھا کہ مہمانوں کا کھانا خود پکاتی تھیں اور کسی مہمان کے ناوقت آنے سے بھی کبھی تنگدل نہ ہوتی تھیں۔ ایک دِن اعلیٰ حضرت نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا اُٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ اعلیٰ حضرت کی اس مبارک خواب کی تعبیر کا ظہور حضرت امام ربانی محدث گنگوہی سے شروع ہوا اس لیے کہ علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں جو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے آپ کے بعد چار دانگ عالم سے جوق جوق علماء کی آمد شروع ہوئی اور اعلیٰ حضرت کو علماء کا شیخ و راہبر بننے میں وہ رتبہ علیا حاصل ہوا کہ جس کی نظیر دنیا میں سلفا و خلفا شاید ایک دو مل سکے اس رویا صالحہ ہی کا ثمرہ تھا کہ تخمیناً سات آٹھ سو علماء سے زیادہ اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ [تذکرۃ الرشید ص ۴۵]

یہاں تک کہ ایک بار تھانہ بھون میں خواب دیکھا کہ جناب سرور عالم ﷺ مع خلفاء راشدین و دیگر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم تشریف رکھتے ہیں اور حضور موصوف کی عنایت و شفقت بے انتہا اپنے حال پر مبذول دیکھی نیز دیکھا کہ زوجہ شیخ فدا حسین والدۂ حافظ احمد حسین مہاجر و امین حجاج مقیم مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً برائے حضرت ایشاں اپنے مکان میں کھانا پکا رہی ہیں آنحضرت ﷺ ان مرحومہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تو اٹھ تا کہ میں مہمانان امداد اللہ کے واسطے کھانا پکاؤں کہ ان کے مہمان علماء ہیں۔ یہ خواب بشارت تھی اجازت لینے بیعت کی۔ اور اسی جگہ سے ثابت ہوا کہ اس دِن سے ہجوم علماء و طلباء زیادہ سے زیادہ ہوا، پھر دوبارہ اشاعت غیبی اس بشارت غیبی کی تائید میں ہوئی اور فہمایش ارباب معارف عموماً و حضرت پیر بھائی حافظ محمد ضامن صاحب نور اللہ مرقدہ خصوصاً اس پر موکدتر ہوئی چار و ناچار بیعت لینا شروع فرمایا۔ اوّلاً چند آدمیوں نے عوام سے بیعت کی بعد ازاں اوّل جس شخص نے علماء سے بیعت کی جامع فضل و کمال ممکنہ افراد انسانی حضرت ابی الحکیم مولانا رشید احمد گنگوہی سلمہ اللہ [1] تھے اور تمام خلفاء حضرت ایشاں سے کمالات باطنیہ میں گوئے سبقت لے گئے۔ بعد ازاں وارث علوم دینی حضرت الحاج مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کہ کشف اسرار دقائق علوم الٰہیہ میں ایک آیت آیات الٰہی سے تھے منتظم سلسلہ بیعت ہوئے نور اللہ ضریحہ بعد ان کے علامہ عصر حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولوی محمد حسن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ و جامع علوم الٰہیہ و عالیہ الحاج مولانا محمد یعقوب نانوتوی مدرس اوّل مدرسہ دیوبند نور اللہ مضجعہ و حضرت مولوی حافظ محمد یوسف تھانوی ابن حضرت عارف کامل حافظ محمد ضامن نور اللہ مرقدہ و حضرت الحاج المولوی حکیم ضیاء الدین رامپوری السہارنپوری و جناب ادیب اریب فقیہ لبیب محدث اجل مفسر انجل فاضل افضل حضرت استاذی الحافظ الحاج مولانا فیض الحسن السہارنپوری ادامہ اللہ سبحانہ بافاداتہ و افاضاتہ و عالی جناب نواب حضرت الحاج المولوی محی الدین خاں مراد آبادی و صاحب تالیفات کثیرہ حضرت الحاج المولوی محی الدین خاں میسوری و مدرس بے نظیر و خوش تقریر

---

[1] شمائم کے اس مضمون کی تحریر کے وقت حضرت زندہ تھے۔ ۱۲ منہ

گھوڑے پر سوار ہو یہ کلمات کہہ کر رخصت ہوا۔ راؤ صاحب! معاف کیجئے آپ کو اس وقت ہماری وجہ سے بہت تکلیف اٹھانا پڑی اور پھر بھی ہمیں کوئی گھوڑا پسند نہ آیا۔ راؤ عبداللہ خاں صاحب کی نظر سے دوش کے سوار جب اوجھل ہو لیے تو واپس ہوئے اور کوٹھڑی کھول دی۔ دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نماز سے سلام پھیر چکے اور مصلے پر مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں۔ [تذکرۃ الرشید ص ۷۶]

حال: سب سے زیادہ (مولانا گنگوہی) کو اپنے روحانی باپ اعلیٰ حضرت کی مفارقت اور ہندوستان میں یتیم رہ جانے کا غم تھا جو آپ کو کسی کروٹ چین نہ لینے دیتا تھا، راتوں آپ کو اس رنج میں نیند نہ آتی اور دنوں آپ اس دھن میں رہتے کہ کسی طرح اعلیٰ حضرت کی ایک دفعہ اور زیارت کرلوں مگر جائیں تو کہاں جائیں اور ملیں تو کس طرح ملیں نہ اعلیٰ حضرت کی کوئی جائے قیام معین نہ بحالت روپوشی کسی جگہ کا تعین آخر شدہ شدہ آپ کو پنجلاسہ کا پتہ چلا اور آپ بسم اللہ کہہ کر گنگوہ سے نکل کھڑے ہوئے، راتوں چلتے دنوں چھپتے خاردار جنگل پیدل قطع کرتے تگری پہنچے اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائپوری کے مکان پر مقیم ہوئے یہ پہلا موقع تھا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب کو طفولیت میں حضرت امام ربانی کی زیارت ہوئی اور آفتاب عالم کو اپنے گھر کا مہمان بنا دیکھا حضرت مولانا نے نہایت شفقت کے ساتھ آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا پڑھ کر دم فرمائی۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ کے والد ماجد راؤ اشرف علی خاں تگری کے خوشحال زمیندار اور نہایت نیک خیال دیندار شخص تھے، راؤ صاحب کا حضرت مولانا سے کوئی تعارف نہ تھا۔ مگر حسن اتفاق تھا کہ راؤ صاحب کو یہ انمول جواہرات گھر بیٹھے بلا طلب حاصل ہوئے۔ اس وقت مولانا عبدالرحیم صاحب کی عمر تین یا چار سال کی تھی۔ راؤ صاحب نے کچھ عجیب اخلاص کے ساتھ مسافر مہمان کی مدارات کی اور شب کو بیعت کی درخواست کرنے لگے۔ حضرت مولانا نے انکار فرمایا اور کہا کہ اعلیٰ حضرت ابھی تشریف فرما ہیں اگر یہ قصد ہے تو وقت کو غنیمت سمجھئے غرض راؤ صاحب نے آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر رکھا اور ساتھ ہی چلنے کے متمنی و عازم ہوئے۔ حضرت مولانا نے اپنی بے سروسامانی اور اندیشہ ناک حالت ظاہر

ہوتے اقول عطف تفسیری ہے یعنی عرفان بالکنہ تو ناممکن ہے عرفان بالوجہ ممکن ہے اس وجہ کی حقیقت صفت ہے وہ بھی نہ ہوتا۔

(۱۳) فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آیۂ کریمہ ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ﴾ میں لفظ عبد جو اختیار فرمایا اس میں نکتہ ہے کیونکہ غلام میں اور مزدور (نوکر) میں بہت بڑا فرق ہے۔ مزدور و ملازم سے معین کام جو اس سے متعلق ہو لے سکتے ہیں بخلاف غلام کے کہ اس کے واسطے کوئی خدمت معین نہیں ہے جو کام چاہا اُس کے سپرد کر دیا چاہیں جوتے اُٹھوادیں یا قلمدان لینے کی خدمت متعلق کریں سب پھبتا ہے۔ اسی طرح آدمی کو بھی کوئی خاص کام خدا نے نہیں دے رکھا۔ اس میں یہ نکتہ ہے کہ تمام مخلوق میں ایک ایک صفات کا ظہور ہے اور انسان جامع ہے۔ وھذا ھو احد معانی القول المشھور طرق الوصول الی اللّٰہ بعدد انفاس الخلائق۔ (حاشیہ) قولہ کوئی خاص کام خدا نے نہیں دے رکھا۔ اقول یعنی اور مخلوقات کو خاص خاص عبادت میں لگایا ہے انسان کی عبادت بہت قسم کی ہے حتیٰ کہ بعض اوقات اس کے لیے ایسے امور عبادت ہیں جو ظاہراً عبادت نہیں۔ جیسے سونا، استنجا کرنا، کھانا پینا، شہوت و غضب کے مقتضیات میں مشغول ہونا جبکہ حدود و اصول کے اندر ہوں۔

(۱۴) فرمایا کہ ایک روز دو آدمی آپس میں بحث کرتے تھے ایک کہتا تھا کہ حضرت شیخ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث اعظم قدس سرہ سے افضل ہیں اور دوسرا حضرت غوث پاک کو شیخ پر فضیلت دیتا تھا۔ میں نے کہا کہ ہم کو نہ چاہیے کہ بزرگوں کی ایک دوسرے پر فضیلت بیان کریں اگرچہ اللہ فرماتا ہے فضلنا بعضھم علی بعض جس سے معلوم ہوا کہ واقع میں تو تفاضل ہے لیکن ہم دیدۂ بصارت نہیں رکھتے اس واسطے مناسب شان ہمارے نہیں ہے کہ محض رائے سے ایسی جرأت کریں البتہ مرشد کو تمامی اس کے معاصرین پر فضیلت باعتبار محبت کے دینا مضائقہ نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ باپ کی محبت چچا سے زیادہ ہوتی ہے اور اس میں آدمی معذور ہے اس نے یعنی قادری نے دلیل پیش کی کہ جس وقت حضرت غوث پاک نے قدمی علی رقاب اولیاء اللّٰہ فرمایا تو حضرت

معین الدین نے فرمایا بل علی عینی یہ ثبوت افضلیت حضرت غوث پاک کا ہے۔ میں نے کہا کہ اس سے تو فضیلت حضرت معین الدین صاحب کی حضرت غوث پر ثابت ہو سکتی ہے نہ برخلاف اس کے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت غوث اس وقت مرتبہ الوہیت یعنی عروج میں تھے۔ اور حضرت شیخ مرتبہ عبدیت یعنی نزول میں اور نزول کا افضل ہونا عروج سے مسلم ہے۔

(۱۵) فرمایا کہ کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کے باعتبار مراتب مردمان کے تین معنی ہیں لامعبود لا مطلوب لا موجود الا اللہ اور یہ سب مراتب سے اعلیٰ ہے۔

(۱۶) فرمایا کہ کفر مظہر ایمان ہے و برعکس اس کے اگر کفر مخلوق نہ ہوتا کوئی ایمان کو کیونکر جانتا۔ (حاشیہ) قولہ کوئی ایمان کو کیونکر جانتا اقول لان الاشیاء تعرف باضدادھا مقصود کفر کی حکمت تکوینیہ کا بیان کرنا تھا۔

(۱۷) فرمایا سیر تین طرح پر ہے سیر الی اللہ و فی اللہ و من اللہ۔

(۱۸) فرمایا کہ ایمان رجا اور خوف میں ہے ہم لوگ رجا پر بھروسہ اور غور کر رہے ہیں اور خوف کو بھول بیٹھے ہیں۔

(۱۹) فرمایا عاشق دو طرح پر ہے عاشق ذاتی و عاشق صفاتی اور مرتبہ عاشق ذاتی کا عاشق صفاتی سے زیادہ ہے، کیونکہ عاشق ذاتی پر جو کچھ وارد ہوتا ہے اس کو ذاتِ الٰہی سے جانتا ہے پس اس وجہ سے رضا و تسلیم میں مرتبہ عالی پاتا ہے۔ ایک دِن حضرت غوث الاعظم سات اولیاء اللہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ نظر بصیرت سے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جہاز قریب غرق ہونے کے ہے آپ نے ہمت و توجہ باطنی سے اس کو غرق ہونے سے بچا لیا وہ ساتوں آدمی کہ عاشق ذات اور مرتبہ رضا و تسلیم میں ثابت قدم تھے اس امر حضرت غوث کو خلاف خیال کر کے آپ سے ناخوش ہوئے اور اپنی مجلس سے علیحدہ کر دیا۔ ایک دِن آپ نے دیکھا کہ سات ڈھانچے ہڈیوں کے مسلم رکھے ہیں، دریافت ہوا کہ ایک درندے نے خدا سے دعا مانگی کہ مجھ کو اپنے دوستوں کا گوشت کھلا وہ ساتوں آدمی پیش کئے گئے اور اس درندے نے گوشت ان مردان خدا کا کھانا شروع کیا۔ جس قوت درندہ دانت مارتا تھا وہ

لوگ ہرگز دم نہ مارتے تھے یہاں تک کہ تمام گوشت اپنا راہ مولیٰ میں نثار کر دیا اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئی۔ (حاشیہ) قولہ اور مرتبہ عاشق ذاتی کا اقول یعنی جس کا التفات بالذات صرف ذات کی طرف ہوتا ہے ۱۲ قولہ رضا و تسلیم میں مرتبہ عالی پاتا ہے اقول اور عاشقان صفات کو خاص خاص صفت کی طرف التفات ہوتا ہے اس لیے اس کے مقابل صفت کے آثار پر اس کی رضا صرف عقلی ہوتی ہے۔

(۲۰) ایک شخص نے بیان کیا کہ ایک بزرگ کہتے تھے کہ تمام آدمی کیا مشرک اور کیا کافر، و کیا مومن سب کو خدا کی رسائی ہو سکتی ہے اسلام شرط نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ بزرگ باوجود کمال کے سیر اسماء میں تھے البتہ مرتبہ حقائق میں یہ درست ہے کیونکہ مرجع تمامی خلائق اللہ جل شانہ ہے فرماتا ہے ﴿ ما من دابة الاهو اخذ بناصيتها ان ربی علی صراط مستقيم ﴾ پس تمامی مخلوق صراط مستقیم پر ہے اور اسی وجہ سے ﴿ اهدنا الصراط المستقيم ﴾ پر کفایت نہ فرمایا ﴿ انعمت عليهم ﴾ کی قید لگائی، پس اس طور پر ﴿ صراط مستقيم ﴾ مرادف طریق نجات کا نہیں ہے اور مرتبہ حقائق میں تمامی آدمی متساوی الاقدام ہیں اور کونین میں مظاہر اسماء و صفات لطف و قہر ہیں لیکن مرتبہ صورت میں جدا و متمائز ہیں۔ (حاشیہ) قولہ باوجود کمال کے سیر اسماء میں تھے اقول اس لیے ہر اسم کے مظہر کو اس اسم تک واصل تکوینا دیکھ کر واصل سمجھتے تھے مگر یہ وصول شرعاً مطلوب نہیں البتہ مرتبہ حقائق میں اس لیے صحیح ہے کہ ہر اسم حقیقت ہے ایک شے کی ۱۲ قولہ اور مرتبہ حقائق میں تمامی آدمی متساوی الاقدام ہیں اقول یعنی ان حقائق کی حقیقت میں۔ ۱۲

(۲۱) اثنائے درس احیاء العلوم میں زبان فیض ترجمان سے فوائد عجیبہ بیان فرما رہے تھے مولانا اشرف علی صاحب نے عذر کیا کہ آج بعض مقامات متبرکہ کی زیارت کو گیا تھا اس وجہ سے حاضری میں دیر ہو گئی ارشاد فرمایا جائے بزرگان بجائے بزرگان زیارت آثار بزرگاں میں برکت ہوتی ہے۔

(۲۲) فرمایا انما الاعمال بالنیات تصوف کی جڑ ہے۔

(۲۳) فرمایا خوشبو لگاتے وقت سب نیتوں سے عمدہ نیت یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی کی نیت

کی دعا کرے پس اس پر یہ دعا کرنا فرض ہے دوم دعائے واجب جیسے دعائے قنوت سوم دعائے سنت جیسے بعد تشہد اور ادعیہ ماثورہ چہارم دعائے عبادت جیسا کہ عارفین کرتے ہیں اور اس سے محض عبادت مقصود ہے کیونکہ دعا میں تذلل ہے اور تذلل حق تعالیٰ کو محبوب ہے لہٰذا الدعاء مخ العبادۃ وارد ہوا ہے۔ (حاشیہ) قولہ دعائے عبادت اقول مراد عبدیت و تذلل یعنی محض اظہار عبدیت ہی مقصود ہو اور دوسرے اقسام میں جو دوسرے اوصاف ہیں وہ نہ ہوں ۱۲ منہ۔

(۴۳) ایک دِن حضرت شاہ حاجی امام الدین رحمۃ اللہ علیہ علیل ہوئے اور آہ آہ کرنے لگے۔ حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب برادر حاجی صاحب کہ نسبت ارادت بھی حاجی صاحب سے رکھتے تھے عیادت کو آئے اور کہا آہ آہ کیوں کرتے ہو اللہ اللہ کرو۔ انہوں نے کچھ خیال نہ کیا اور آہ میں مشغول رہے۔ ایک دِن اتفاقاً حضرت مفتی صاحب بھی اسی درد میں مبتلا ہوئے اور اللہ اللہ کرنے لگے اور آہ منہ سے نہ نکالا۔ حضرت شاہ صاحب نے تشریف لا کر فرمایا کہ جب تک آہ نہ کرو گے صحت نہ ہوگی چنانچہ یہی ہوا کہ مرض ترقی کرتا گیا کسی طرح تخفیف نہ ہوئی۔ بالآخر مفتی صاحب نے آہ کرنا شروع کیا اور صحت حاصل ہوگئی۔ یہ مقام عبودیت تھا اور تذلل و عبدیت محبوب (خدا) کو محبوب ہے اور اسی میں رضا و تسلیم بھی مقصود ہے اور اللہ اللہ مقام الوہیت ہے۔ (حاشیہ) قولہ اللہ اللہ مقام الوہیت ہے اقول الوہیت سے مراد عروج اور عبودیت سے مراد نزول عارفین پہچانتے ہیں کہ اس وقت مرض سے نزول مقصود ہے جب تک اس کے آثار کو اختیار نہیں کیا جاتا۔ اس مقصود کے انتظار میں مرض زائل نہیں ہوتا۔ ۱۲ منہ

(۴۴) فرمایا کہ مولد شریف تمامی اہل حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے۔ البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔ (حاشیہ) قولہ ہمارے واسطے حجت کافی ہے اقول یعنی ان کے مقابلہ میں جو منع میں افراط کرتے ہیں باقی جن کا منع کرنا بنا بر منکرات کے ہے اس کی

اس کے کچھ کام درست نہیں ہوتا۔ (حاشیہ) قولہ الشیخ فی قومہ الخ اقول اور وہ ابن حبان والدیلمی بسند ضعیف اور گو مراد اس حدیث میں شیخ سے کبیر السن ہے مگر اشتراک علت سے کہ زیادت عقل ہے مرشد کو بھی شامل ہے کہ وہ عقل دین رکھتا ہے اور دوسری حدیث میری نظر سے نہیں گزری نہ اہل التصوف کے لفظ سے نہ اہل الذکر کے لفظ سے مولانا رومی اس کو مثنوی میں لائے ہیں مگر معنے یہ بھی ثابت ہے۔ اس طرح سے کہ حدیث ہے انا جلیس من ذکرنی اس کے ساتھ ایک مقدمہ عقلیہ یا عادیہ منضم کر دیا جائے جلیس الجلیس جلیس پس لازم آیا کہ جلیس اہل ذکر جلیس حق ہے اور اس سے من اراد الخ لازم آ گیا اور دوسری توجیہ کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث منامی کو علماء نے بھی حدیث کہا ہے اور فقد رای الحق کی دوسری تاویل قواعد کے خلاف نہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللّٰہ اور کشف یا رویا میں جو حق تعالیٰ سے سنے گا وہ حدیث قدسی ہوگی اور آگے جو بعض علماء کی شکایت ہے اس میں بے محابا کی قید بھی ہے یعنی محمل حسن کے ممکن ہوتے طعن اور گستاخی نہ چاہیے۔ جیسا کہ اس پر کا حاشیہ اس پر دال ہے۔ ۱۲ قولہ بے محابا فتوے دے دیتے ہیں۔ اقول یعنی صوفیہ کو جاہل و وضاع حدیث کہتے ہیں۔ البتہ اگر تفصیل کر دیا کریں تو مقصود بھی حاصل ہو جائے اور مقبولان الٰہی کی توہین بھی نہ ہو۔ ۱۲

(۵۵) فرمایا ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔ (حاشیہ) قولہ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں اقول حضرت کا طبعی حسن ظن اس کا منشا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ اختلاف حنفی شافعی کا سا ہے مقصود یہ ہے کہ جب بعض کا اجتہاد اس طرف گیا ہے گو اس اجتہاد کی صحت کا احتمال نہ ہو لیکن صاحب اجتہاد یا اس کی تقلید

الاطلاع ما لا یرید صاحب البیت الاطلاع علیہ۔

(۶۵) فرمایا کہ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں۔ یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے لہ الخلق والامر عالم امر مقید بجہت وطرف و قرب و بعد وغیرہ نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔ (حاشیہ) قولہ پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے اقول یعنی جس کو اتصال معنوی مع الکشف نصیب ہو وہ اس قرب کے مکشوف ہونے پر بلاواسطہ خطاب کرسکتا ہے ورنہ یوں سمجھ لے کہ ملائکہ پہنچا دیں گے البتہ اگر اس خطاب سے عوام میں مفسدہ ہو تو اس کا اظہار ممنوع ہوگا۔

(۶۶) فرمایا کہ وظائف میں عدد طاق عمدہ ہیں نو ہوں یا گیارہ۔

(۶۷) ایک آدمی نے پوچھا کہ ہمہ اوست ولاموجود کے کیا معنی؟ فرمایا کہ دونوں مرادف ہیں جو کوئی طالب علم ہو اس کے معنی سمجھ سکتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے مہندس نقشہ کسی عمارت کا اپنے ذہن میں خیال کرے اور تصور کرے پس اصل میں وجود و قیام عمارت کا ہوگیا بعدہ جو در و دیوار ظاہر ہوں گے وہ پرتو حاضر فی الذہن کے ہوں گے۔ اسی طرح صفات اللہ کے ہیں مثل علم وقدرت اور تمامی کائنات پرتو انہیں دو صفت کے ہیں۔ تمام مخلوق علم حق تعالیٰ میں تھی اسی کے موافق ظاہر ہوئی بس یہ سب پرتو وظل علم الٰہی ہے اور ظاہر ہے کہ خدا کے صفات اس کی ذات سے علیحدہ نہیں ہیں، لامحالہ لاموجود الا اللہ و ہمہ اوست پیدا ہے جملہ اوّل فانی آخر فانی اور درمیان میں جو کچھ ظاہر ہوا محض خیال وتصور ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ کشفی ہے میں کہتا ہوں کہ کشفی بھی ہے اور عقلی ونقلی بھی نہ صرف کشفی۔ عقل کے کئی اقسام ہیں عقل معاش و معاد عقل کل و جز و معقولی جو عقل معاد نہیں رکھتے محض نامعقول ہیں۔ (حاشیہ) قولہ اس کی مثال یوں ہے اقول یعنی تقریب فہم کے لیے نہ کہ بعینہٖ یہی حال ہے تعالی اللہ ۱۲ قولہ اس کی ذات سے علیحدہ نہیں ہیں اقول یہاں ایک مقدمہ مطوی ہے وہ یہ کہ پرتو اور ظل کا وجود مستقل نہیں پس وجود حقیقی و مستقل صرف حق تعالیٰ کے لیے ہوا اور صفات کو پہلے ہی تغائر نہیں پس وجود حقیقی واحد ہی ہوا ۱۲ قولہ جملہ اوّل فانی آخر فانی اقول یعنی جملہ اشیاء اوّل بھی معدوم تھیں پھر بھی معدوم

حالت کے ترک کرے گا عند الشرع گنہگار و ماخوذ ہوگا۔ باوجود کھانے و پینے اور بولنے و چلنے وغیرہ کے ترک نماز گناہ ہے اگر اپنی حالت (اختیار) میں نہ رہے اور کوئی کام آپ سے نہ کر سکتا ہو اس حالت میں ترک نماز مضائقہ نہیں ہے (بلکہ یہ ترک کیسے ہوا کیونکہ ترک تو قصداً ہوتا ہے اور یہ حالت بیخودی میں واقع ہوا)۔ (حاشیہ) قولہ نماز روزہ وغیرہ سب ترک کر دیتے ہیں۔ اقول جس کا منشا یہ ہے کہ جہل سے اس کا اثر باقی کو جو کہ غلبہ کے درجہ کا نہیں ہوتا مؤثر کے حکم میں سمجھ جاتے ہیں جو کہ درجۂ غلبہ تک تھا۔ ۱۲

(۱۲۸) فرمایا عارف کی نظر پہلے ظاہر پر پڑتی ہے پھر مظاہر پر اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج و چاند کو دیکھ کر کہا ہذا ربی جس چیز پر نظر کرو اس کے صفات کے مظہر ہیں دیواروں میں صفت قیومی ہے اور جامع وحی یہ سب کیا ہے اور کہاں سے ہے۔ (حاشیہ) قولہ دیواروں میں صفت قیومی ہے اقول یعنی اس صفت کا ظہور ۱۲ قولہ جامع وحی اقول یعنے بعض مخلوقات مظہر ہیں صفت جامع وصفت حی کے ۱۲۔

(۱۲۹) فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملات سے خبر نہ تھی۔ اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔ (حاشیہ) قولہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ اقول یعنی اسرار مخفیہ پر قصد سے ان کو اطلاع نہیں ہو سکتی ۱۲ قولہ ادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے اقول یعنی بعض اوقات جیسے بعض مدرکات عقل بعض اوقات فکر سے مدرک ہو جاتے ہیں ۱۲ قولہ اصل میں یہ علم حق ہے اقول اسی کا ظہور اس محل میں ہوگا قولہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے اقول اور عارف بلا اذن توجہ نہیں فرماتا سو ممکن ہے کہ آپ نے توجہ نہ فرمائی ہو یہ ایک جواب ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ توجہ سے کبھی انکشاف نہیں ہوتا ممکن ہے کبھی ہوتا ہو کبھی نہ ہوتا ہو پس دعویٰ موجبہ جزئیہ کا ہے اور مسالبہ جزئیہ اس کا نقیض نہیں۔ ۱۲

(۱۳۰) فرمایا کہ نزدیک حضرات نقشبندیہ کے واسطے طے مقامات کے دوائر مقرر ہیں

جنت سے لایا ہوں کیونکہ وہاں استعمال ظروف طلائی جائز ہے آپ نے فرمایا کہ جب تک اس عالم ناسوت (دنیائے فانی) میں ہوں حرام ہے (چہرہ نے) کہا کہ تمہارے علم نے تم کو بچالیا پیالہ پھینک کر غائب ہوگیا۔ مکائد شیطانی سے بچنے کے لیے علم حاصل کرنا لابدی ہے حضرت نظام الدین بلخی حضرت عبدالقدوس گنگوہی کی خدمت میں آئے فرمایا اوّل تحصیل علم کرو عرض کیا کہ عمر شریف آخر ہو آئی ہے شاید حضرت کو پھر نہ پاؤں فرمایا میں موجود رہوں گا۔ جلال الدین تھانیسری میرا خلیفہ موجود ہے گویا کہ میں خود موجود ہوں اس سے تحصیل کرنا۔ (حاشیہ) قولہ استفسار کیا اقول مقصود یہ تھا کہ حقائق کی رو سے اس کا کیا جواب دیا جاوے ۱۲ قولہ اور اپنی مراد کو پہنچا۔ اقول مراد مقتضائے استعداد ۱۲ قولہ بے مراد ہے غلط ہے اقول ایک وجہ تو غلطی کی وہ ہے جو حاشیہ سابقہ میں گزری یہاں دوسری وجہ ہے کہ اگر اس مراد سے قطع نظر کر کے مردودیت کو نامرادی کہا جائے تب بھی ہرنامراد کا عاشق ہونا لازم نہیں البتہ ہر عاشق نامراد ہے اور نامرادی کے وہ معنی ہیں جو آئندہ مذکور ہیں۔ ۱۲

(۱۳۴) فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ موحد تھے چونکہ محقق تھے چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ پر انکار فرمایا وحدت الوجود کے قائل تھے ان کے مرشد حضرت سید صاحب مسلک وحدت الشہود کا رکھتے تھے باہم گفتگو ہوئی سید صاحب کچھ کبیدہ ہوئے عرض کیا کہ یہ اور بات ہے کہ دِن کو رات کہئے یہ حکایت مقام محمہ میں واقع ہوئی۔ ایک شخص نے اس کو مجھ سے بیان کیا جو اس مجلس میں حاضر تھے۔ وحدت الوجود میں آپ نے (مولانا اسمٰعیل نے) مثنوی بھی تصنیف فرمائی ہے۔ (حاشیہ) قولہ مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ پر انکار فرمایا اقول یعنی بعض مسائل پر ۱۲ قولہ مثنوی تصنیف فرمائی ہے اقول مقام آرہ میں چھپ گئی ہے۔ ۱۲

(۱۳۵) فرمایا کہ تجلی ذاتی سیاہ مثل غلاف خانہ کعبہ و دیدۂ چشم کے ہے۔ (حاشیہ) قولہ تجلی ذاتی سیاہ اقول یہ ایک اصطلاحی امر ہے اس نوع کی تجلی کو تجلی ذاتی کہتے ہیں یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی ذات ہے۔ ۱۲

(۱۳۶) فرمایا کہ عذاب وثواب اس جسم پر نہیں ہے بلکہ جسم مثالی پر کہ خواب میں نظر آتا

زبان کو روکے رہتے ہیں لیکن لازم ہے کہ بزرگوں کے حضور میں دِل کو خطرات وخیالات ناہموار سے پاک رکھیں اپنے دِل پر مراقب رہیں مبادا اثر دِل مکدر قلب اہل باطن پر پڑے اور کچھ اس کی زبان پر آ جاوے تو شرمندگی ہو اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔

پیش اہل دل نگہدارید دل تانبا شید از گمان بد خجل

(حاشیہ) قولہ دِل کو خطرات وخیالات ناہموار سے پاک رکھیں اقول اور اُن کے زبان پر نہ لانے سے یوں نہ سمجھیں کہ اُن کو ادراک نہیں ہوا ممکن ہے ادراک ہو جاوے اور ممکن ہے کہ کبھی زبان پر بھی لے آویں۔۱۲

(۱۴۶) فرمایا کہ جب عرفان حاصل ہو جاتا ہے تمام اعتراض جاتے رہتے ہیں۔

(حاشیہ) قولہ تمام اعتراض جاتے رہتے ہیں اقول مؤثر حقیقی کے مشاہدہ سے سب کو مثل مضطر کے دیکھتا ہے اور محقق گو کالمضطر نہ دیکھے مگر اس کا انکار اعتراضاً نہیں ہوتا اصلاحاً ہوتا ہے۔۱۲

(۱۴۷) فرمایا زمان ظہور مہدی بہت سخت وخوفناک ہے اکثر مخالف ہوں گے وہ خود امام مستقل ہوں گے تقلید حنفی وشافعی کی اس وقت نہ رہے گی اکثر علماء اسی وجہ سے مخالفت کریں گے اللہ تعالیٰ اس وقت ایمان سلامت رکھے برحمته وبحرمة نبيه المصطفى ﷺ

(۱۴۸) فرمایا کہ اس زمانہ کے بعض نقشبندیہ اپنے کو تمام خاندانوں سے افضل سمجھتے ہیں اور پابندی شریعت کو دلیل لاتے ہیں یہ اُن کی غلطی ہے کیونکہ کوئی بزرگ ایسا نہیں ہے کہ مخالف شریعت کا ہو اور اُس کو کوئی لطف عرفان کا حاصل ہوا ہو۔

(۱۴۹) فرمایا انوار کی چار قسمیں ہیں: انوار ذاتی، انوار صفاتی، انوار آثاری، انوار افعالی اور انوار لطائف انوار صفاتی کی قسم سے ہیں۔ (حاشیہ) قولہ انوار لطائف اقول مراد وہ انوار ہیں جن کا ادراک لطائف سے ہوتا ہے نہ وہ جن سے خود لطائف متصف ہیں۔۱۲

(۱۵۰) فرمایا کہ بعضے لوگ ہمارے قافلہ میں ایسے موجود ہیں کہ اپنے دِل میں کچھ بات خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں (دِل ہی میں کہ) اگر یہ (حضرت صاحب قبلہ مدفیضہ) مطلع

تھا۔اس سے زیادہ اس کی قسمت میں نہ تھا۔ بلکہ اسی قدر تھا۔

(۱۶۵) فرمایا جب تک کہ اپنی جنس کے لوگ رہتے ہیں طبیعت منبسط وخوش رہتی ہے اور جب کوئی غیر آ جاتا ہے منقبض دست ہو جاتی ہے اور چاہتی ہے کہ جلد اُس کو رخصت کیجئے۔(حاشیہ) قولہ فرمایا جب تک اپنی جنس کے لوگ رہتے ہیں اقول چونکہ وہ سائل طالب دنیا تھا اس لئے اس تقریب سے یہ مضمون فرمایا اور آئندہ مضمون سخاوت کے متعلق بھی اسی تقریب سے ارشاد ہوا اسی طرح اشیاء کا مذموم مطلق نہ ہونا بوجہ مظہریت صفت کمال کے۔(۱۲)

(۱۶۶) گدا سخاوت کا آئینہ ہے جسے چہرہ کے حالات بدون آئینہ کے معلوم نہیں ہوتے ایسے ہی صفت سخا مخفی ہے بدون گدا کے۔

(۱۶۷) اگر غور کیا جاوے تو کوئی چیز من کل الوجوہ مذموم نہیں ہے کیونکہ حقیقت تمام اشیاء کی اعیان ثابتہ ہے اور وہ علم الٰہی ہے اور علم الٰہی تمام تر محمود ہے پس کوئی چیز مخلوقات سے بہ نسبت حق تعالیٰ کے مذموم نہیں ہے ذم و مدح (بھلائی برائی) جو کچھ ہے باعتبار ہمارے ہے۔

(۱۶۸) فرمایا کہ ایک دِن مجھ سے اور فلاں مولوی صاحب سے گفتگو ہونے لگی بڑا مجمع ہو گیا میں نے پوچھا کہ تحصیل علم سے کیا غرض ہے کہنے لگے مجہولات کا جاننا۔اثنائے گفتگو میں نے کہا کہ مقصود تحصیل علم سے اگر صرف جاننا ہے تو مسجد منہدم کر کے مدارس بنوانے چاہئیں۔مولوی صاحب ساکت ہو رہے یوں ہی دیر تک گفتگو رہی میں مختصر جواب دیتا رہا بعدہ تمام رات مولوی صاحب بے قرار رہے اور میں پشیمانی میں گرفتار رہا کہ مجھ کو زیبا نہ تھا کہ عالم سے مقابلہ کروں۔صبح کو مولوی صاحب نے آدمی بھیج کر صلح کر لی۔افسوس کہ اب میرے دوستوں میں کوئی نہیں رہا۔

(۱۶۹) جب مثنوی شریف ختم ہو گئی بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جاوے گی گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے

خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز اور شرک ہے اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا یہ جائز ہے لوگ انکار کرتے ہیں اس میں کیا خرابی ہے اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو اُن عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے جب کوئی آتا ہے تو لوگ اُس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر اُس سردار عالم و عالمیان (روحی فداہ) کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ (حاشیہ) قولہ اُس پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جاوے گی اقول یہ مطلب نہیں کہ اُس کو سامنے رکھ کر بلکہ اُس موقع پر بلا اعتقاد توقف وصول ثواب شربت پر تلاوت ۱۲ قولہ نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے اقول یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اجتہادی تحقیق ہے فقہ حنفی میں اس میں تفصیل ہے کہ اُس عمل کی مطلوبیت بالذات کے وقت تو یہی حکم ہے ورنہ صون عوام کے لیے اصل سے بھی منع کر دیا جاوے گا آگے تفریعات اسی تحقیق اجتہادی پر ہیں جس میں تفصیل مذکور کا قائل متفق نہ ہوگا مگر چونکہ حضرت کا اجتہاد بعض علماء کے موافق ہے اس لئے حضرت کو معذور رکھا جاوے گا۔ ۱۲ قولہ اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ اقول البتہ اصرار کرنا کہ تارکین سے نفرت کرے زیادتی ہے۔ ۱۲

(۱۷۰) ایک شخص نے اجمیر شریف کہا دوسرے نے کہا کہ اجمیر اجمیر ہے شریف کیونکر ہو گیا اُس نے جواب دیا تمہارا مزاج تو شریف کہا جاوے اس پر خوش ہوتے ہو اور منع نہیں کرتے ہو اور اجمیر کی شرافت پر کہ مقبولان الٰہی کی وجہ سے پیدا ہوئی (شرافت) اُس کا ایسا انکار۔

(۱۷۱) جب منکر نکیر قبر میں آتے ہیں مقبولانِ الٰہی سے کہتے ہیں نم کنومة العروس عرس کہ رائج ہے اسی سے ماخوذ ہے اگر کوئی اُس دن کو خیال رکھے اور اس میں عرس کرے تو کون سا گناہ لازم ہوا۔ مولانا محمد اسحاق صاحب عشرۂ محرم کے دن بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے بادشاہ چونکہ سونے کے کڑے پہنے تھا آستین سے بند کر لیا اور جب تک مولانا بیٹھے رہے مؤدب بیٹھا رہا اُس مجلس میں سر الشہادتین پڑھی جاتی تھی ایک خادم نے

عرض کیا کہ اگلے بادشاہ درویش ہوتے تھے فرمایا بادشاہ دراصل وہی ہے جو گدا ہے ؎

گدا بادشاہ ست و نامش گدا

البتہ اہل ہند مولد شریف میں اکثر ایسے اشعار پڑھتے ہیں کہ جن میں پیغمبروں کی اہانت ہوتی ہے یہ بڑا گناہ ہے ایک خادم نے عرض کیا ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

غلامے بود یوسف (علیہ السلام) زر خریدہ

فرمایا کہ یہ مقام توحید ہے خدا کے آگے بھی عزت ہے ذلت نہیں ہے حضرت یوسف علیہ السلام کیا اگر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا جائے تو بھی درست ہے۔ (حاشیہ) قولہ اگر کوئی اُس دِن کو خیال رکھے اور اُس میں عرس کرے اقول تعیین یوم میں آنے والوں کو سہولت ہے باقی اس تعیین کو مثل احکام مقصود کے سمجھنا غلو ہے اور یہاں بھی وہی حاشیہ دیکھ لیا جاوے جو اس سے اوپر والے کے قبل کے ملفوظ پر ہے۔ ۱۲ قولہ یہ مقام توحید ہے اقول یعنی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام توحید میں یہ کہا ہے تو اس مقام پر آپ کے تعین پر نظر نہیں ہوگی بلکہ مبداء تعین پر اور وہ حقیقت الٰہیہ ہے جس کے مظہر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ۱۲

(۱۷۲) فرمایا جب کوئی عارف کوئی کام کرتا ہے اُس کو خدا کی طرف سے وسعت زمانی مرحمت ہوتی ہے۔ حضرت امام العارفین امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر قریب باون سال کے تھی اور تصانیف اُن کی بے شمار ہیں کہ اتنی مدت میں غیر ممکن ہے یہ وسعت زمانی تھی یونہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک رکاب میں قدم مبارک رکھتے تھے اور دوسری تک پیر جاتے جاتے قرآن ختم کر دیتے عالم خلق و امر سب خدا کے دست (قدرت) میں ہے جس سے چاہے اُس سے متعلق فرمادے تمہارے اوپر خدا کا فضل و رحمت ہے کہ اتنی قلیل مدت میں اتنا ترجمہ کرتے ہو یہ خطاب حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے فرمایا (الحمد للہ کہ صرف چند دِن کے قیام میں جو خدمت اس سے وجناب حاجی محمد مرتضیٰ خاں صاحب سے ہو سکی اُس کے باب میں حضور نے اکثر زبان فیض ترجمان سے ایسے ہی الفاظ ارشاد فرمائے فالحمد للہ علی ذلک۔ ۱۲ مترجم (حاشیہ) قولہ قرآن ختم کر دیتے تھے اقول مجھ کو

ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ ومغفرتہ وغیرہ عرض کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کیا طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو آپ (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اس قدر پوچھا تھا: ما تلك بيمينك يا موسىٰ تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا کہ هي عصاي اتوكأ عليها و اهش بها على غنمي ولي فيها مارب اخرى... الآية۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادب يا غزالي۔ (حاشیہ) قولہ ادب یا غزالی اقول یہ کسی بزرگ کا کشف ہوگا اور یہ معراج جس میں مکالمہ ہوا نیز اُن بزرگ کو مکشوف ہوئی ہوگی جس میں ان ارواح کا اجتماع ہو گیا وہ معراج جسدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد نہیں کہ ابعد عن الابعد ہے اور کشفیات میں ایسے واقعات بعید نہیں کہ حقیقت اُن کی امثلہ ہوتی ہیں بعض حقائق کے۔ ۱۲

(۱۸۲) فرمایا کہ حنبلی کے نزدیک جمعرات کے دِن کتاب احیاء تبرکاً ہوتی تھی جب ختم ہوئی تبرکاً دودھ لایا گیا اور بعد دعا کے کچھ حالات مصنف کے بیان کئے گئے طریق نذر و نیاز قدیم زمانہ سے جاری ہے اس زمانہ میں لوگ انکار کرتے ہیں۔ (حاشیہ) قولہ اس زمانہ میں لوگ انکار کرتے ہیں اقول البتہ اصرار بالمعنی المذکور افراط ہے اور ملفوظ۔ (۱۶۶) کا حاشیہ یہاں بھی دیکھ لیا جاوے۔ ۱۲

(۱۸۳) ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور ایک کتاب پڑھی جاتی ہے جس کو حضور کمال توجہ سے سن رہے ہیں دریافت فرمایا کہ یہ کون سی کتاب ہے کہا گیا احیاء العلوم حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، فرمایا یہ لقب عطیہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۱۸۴) فرمایا کہ نیستی وعدم ایک لذیذ چیز ہے ہر شخص اپنے عدم کا عاشق ہے دیکھو جب تعب ہوتا ہے سونا اختیار کرتا ہے اور نیند ایک قسم کا عدم ہے۔

(۱۸۵) فرمایا کہ اگر تمامی جسم وصفات سے ایک چیز کو لو اور اُس میں غور کرو مثلاً تکلم میں فکر کرو کہ کہاں سے آتا ہے اور کون کہتا ہے آخر نوبت خدا تک پہنچ گئی اور ماسوائے خدا معدوم وفنا معلوم ہوگا مجھ کو رگ رگ میں وہی نظر آتا ہے۔ (حاشیہ) قولہ تکلم میں فکر کرو

کہ کہاں سے آتا ہے اقول یعنی مؤثر کون ہے اور اُس کے مشاہدہ کا جب غلبہ ہوتا ہے مظہر کی طرف التفات نہیں رہتا اور اُس کی صفت کی اسناد غلبہ کے سبب مؤثر کی طرف متوہم ہونے لگتی ہے جملہ کون کہتا ہے کا منشا یہی ہے۔۱۲

(۱۸۶) فرمایا کہ چونکہ آنحضرت ﷺ واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد رسول ﷺ کہہ سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم مرجع ضمیر متکلم آنحضرت ﷺ ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا کہ قرینہ بھی انہیں معنی کا ہے آگے فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمة اللہ اگر مرجع اُس کا اللہ ہوتا فرماتا من رحمتی تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔ ارشاد فرمایا اے۔ (حاشیہ) قولہ مرجع ضمیر متکلم آنحضرت ﷺ ہیں اقول یعنی اور بزرگوں کے کلام میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔ یہ مرتبہ حقیقت میں ہے جیسا اس کا مبنی واصل بحق ہونا اوپر فرمایا ہے جس کو عارفین ہی سمجھ سکتے ہیں اور باعتبار ظاہر کے چونکہ عبد بمعنی عابد آتا ہے اس لئے احتیاط کی جاتی ہے البتہ عبد بمعنی مملوک لے کر توجیہ ممکن ہے مگر عوام کو ابہام سے بچانا بھی واجب ہے ۱۲ قولہ مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا اقول منشا اس تقریر کا فناء فی الشیخ ہے اس لئے حجت نہیں۔۱۲

(۱۸۷) ایک دِن فرمایا کہ یہ مکان جس میں میری نشست ہے نشست گاہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

(۱۸۸) فرمایا کہ یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ای من المتقین یہ خطاب اُن مومنین سے ہے کہ جو ایمان کامل رکھتے ہوں نہ مطلق مومنین پس جو کوئی اولی الامر صاحب باطن ہو اور تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب کر چکا ہو وہ واجب الاطاعت ہے ورنہ نہیں کیونکہ منکم فرمایا ہے یعنی اے صحابہ جیسے کہ تم کامل الایمان صافی القلب پاک طینت ہو ایسے ہی اگر اولی الامر بھی ہوں تو واجب الطاعت ہیں ورنہ نہیں وھکذا المومن مراۃ المومن مراد اس سے مؤمن کامل ہے نہ مطلق مؤمن کیونکہ مرآۃ وہی ہوگا جو کہ صاف وشفاف ہو پس جس شخص کا قلب صاف ہو وہ قابلیت مرآۃ (آئینہ) ہونے کی رکھتا ہے ورنہ نہیں۔ (حاشیہ) قولہ وہ واجب الاطاعت ہے

(۲۲۳) ایک درویش کے بارے میں فرمایا کہ اُس کا حال مثل حال وزیر خادع کے ہے کہ مثنوی شریف میں قصہ اُس کا مذکور ہے۔

(۲۲۴) فرمایا کہ ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوا و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کو کھا لیا پھر بصورت آدمی ہو کر حلوا کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے۔ (حاشیہ) قولہ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کھا لیا اقول اس معترض کی غباوت کے سبب اس تکلف وتصرف کی ضرورت پڑی ورنہ جواب ظاہر ہے کہ یہ اتحاد مرتبۂ حقیقت میں ہے نہ کہ احکام و آثار میں۔۱۲

(۲۲۵) فرمایا کہ مجھ کو فخر ہے کہ تھانہ بھون میں ایسے ایسے عشاق گزرے ہیں کہ عشق میں اپنے سر دے دیئے ہیں جیسے مثنوی عاشق تھانہ بھون مشہور ہے۔ (راقم) مولانا اشرف علی صاحب سے فرمایا تھا۔ (حاشیہ) قولہ مجھ کو فخر ہے کہ تھانہ بھون میں ایسے ایسے عشاق گزرے ہیں اقول یہ فخر نفس عشق پر ہے نہ کہ اس کے محل کی قید کے ساتھ جیسے ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک مصلوب سارق کے پاؤں چومے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس کے استقلال کی تعظیم کرتا ہوں قطع نظر اُس کے مصرف کے۔۱۲

(۲۲۶) فرمایا کہ مرض بھی رزق ہے اُس کو نعمت شمار کرنا چاہیے۔

(۲۲۷) مومن خاں (دہلوی) مجھ سے بہت اعتقاد رکھتے تھے میں نے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مثنوی کی نظم سست ہے جواب دیا کہ کوئی جاہل کہتا ہوگا اساتذہ کے نزدیک مثنوی سند ہے بعد انتقال خاں صاحب کے لوگ حسب وصیت ان کی قبر پر گئے، ان کا حال عمدہ پایا۔

(۲۲۸) فرمایا حضرت جنید بغدادی بیٹھے تھے ایک کتا سامنے سے گزرا، آپ کی نگاہ اس پر پڑ گئی، اس قدر صاحب کمال ہو گیا کہ شہر کے کتے اس کے پیچھے دوڑے، وہ ایک جگہ بیٹھ گیا سب کتوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ کر مراقبہ کیا۔ (حاشیہ) قولہ اس قدر صاحب کمال ہو گیا اقول کمال خاص مراد ہے نہ کمال مطلوب۔۱۲

(۲۲۹) جب نسبت روحانی حاصل ہوتی ہے وقت میں وسعت ہوتی ہے لانه ای الروح

حدیث فرمادیا گیا۔۱۲

(۲۷۹) فرمایا کہ میرے حضرت یعنی میاں جیو صاحب باوجود اخفائے احوال کے ایسا تصرف قوی رکھتے تھے کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی تھی۔ حافظ محمود صاحب داماد مولانا مولوی مملوک علی صاحب ایک مرتبہ حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بعد بیعت کے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھے تصور شیخ کی اجازت دیجئے تا کہ تصور شیخ کیا کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب محبت و عقیدت غلبہ کرتی ہے تب تصور شیخ کون کرتا ہے غلبہ محبت سے تصور شیخ خود بخود بڑھ جاتا ہے حضرت کے اس فرمانے سے ایسا تصور شیخ ان پر غالب ہوا کہ ہر جگہ صورت شیخ کی نظر آتی تھی چلتے چلتے حیران ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے کہ صورت شیخ کی سامنے کھڑی ہے جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں بھی صورت شیخ موجود ہے نماز میں سجدہ کی جگہ صورت شیخ دیکھ کر نماز کی نیت توڑ دیتے تھے۔ حضرت سے عرض کیا کہ اب تو نماز پڑھنی مشکل ہوگئی ہے کس کی نماز پڑھیں حضرت کی ادنیٰ توجہ سے جیسے یہ حالت پیدا ہوئی تھی جاتی رہی اور دوسری حالت ہوگئی۔

(۲۸۰) اسی ضمن میں اپنے دادا پیر کا بیان فرمایا کہ ایک ڈوم آپ سے مشرف بہ بیعت ہوا اس نے عرض کیا کہ مجھ کو کوئی وظیفہ بتلایئے حضرت نے کسی امر شنیع سے منع نہیں کیا صرف یہ فرمایا کہ جب اذان کی آواز سنو اسی وقت نماز میں شامل ہو جاؤ چاہے جس شغل میں ہو اسے ترک کر دیا کرو بعض معتقدین نے عرض کیا کہ اس کو گانے بجانے سے کیوں نہ منع فرمایا جواب دیا کہ میرے دِل میں القا کیا گیا کہ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر اس ڈوم نے حضرت کے حکم کو اپنے اوپر واجب کر لیا اور بفور سننے اذان کے مسجد میں چلا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب گانے بجانے کا وقت ہوتا تھا تو کسی سے کہہ دیتا تھا کہ اذان ہو تو مجھے بتا دینا ایسا نہ ہو کہ شور و غل میں اذان نہ سنوں اور حضرت کے حکم کی تعمیل نہ ہو سکے۔ تھوڑے دنوں میں وہ ڈوم سب باتیں ترک کر کے حضرت کی خدمت میں آ بیٹھا۔

(۲۸۱) فرمایا کہ ایک دفعہ میرے حضرت بعد نماز جمعہ کوئی وصیت کرنے لگے جس سے لوہاری والے بہت مغموم ہوئے اور عرض کیا کہ ہم تو جانتے تھے کہ ہمارے گھر میں دولت

رکھی ہے جب چاہیں گے مستفید ہوں گے آپ کی باتوں سے ہمارا دل پاش پاش ہوا جاتا ہے۔ ارشاد ہوا گھبراؤ نہیں میرے بہت سے یار تمہارے پاس موجود ہیں۔ ان کو میرا قائم مقام سمجھو خصوصاً حافظ ضامن صاحب کو حضرت پیر و مرشد نے مجمع عام میں تو بالتصریح خلیفہ بنایا اور ضمناً ہم لوگوں کو بھی مجاز کیا۔ البتہ خاص لوگوں سے بالتصریح یہی فرمایا کہ ہم نے فلاں فلاں کو اجازت عام دی ہے۔ بعد اس کے حضرت بیمار ہوئے فرمایا کہ مجھے میرے وطن جھنجانہ لے چلو۔ جب چلتے وقت آپ تھانہ بھون تشریف لائے اور مسجد کے پاس میانہ رکھوا دیا۔ میں بھی حاضر خدمت شریف ہوا حضرت نے فرمایا کہ تم مجرد تھے اور حافظ ضامن و مولوی شیخ محمد صاحب عیالدار میرا ارادہ تھا کہ تم سے مجاہدہ و ریاضت لوں گا مشیت باری سے چارہ نہیں ہے عمر نے وفا نہ کی جب حضرت نے یہ کلمہ فرمایا میں پٹی (میانہ) کی پکڑ کر رونے لگا۔ حضرت نے تشفی دی اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں ہے۔ صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا۔ فرمایا (حضرت صاحب نے) کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا، جو حالت حیات میں اٹھایا تھا۔

(۲۸۲) بیان فرمایا کہ میرے بڑے بھائی شیخ ذوالفقار علی صاحب جب ملک پنجاب سے واپس آئے اور مجھ کو اوراد کا شائق پایا۔ فرمانے لگے کہ مجھ کو ایک فقیر نے ایک عمل بتلایا ہے تم سیکھ لو میں نے اس کو ان سے لے لیا۔ ایک مرتبہ میرا دہلی جانا ہوا۔ وہاں عبداللہ مسند نشین درگاہ حضرت صابر بخش نے تقریب عرس میں مجھ کو بلوایا اور کسی اپنے مرید کا ہاتھی سواری کو بھیجا جب میں ان کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ لوگ بڑی شان و شوکت سے جمع ہیں میں فقیرانہ حالت سے گیا تھا۔ مجھ کو دیکھتے ہی تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور دست بوسی کر کے مسند صدر پر بٹھایا مجھ کو بڑا تعجب تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے جب رات کو وظیفہ پڑھنے لگا۔ تب خیال ہوا کہ یہ سب اسی وظیفہ کا اثر ہے۔ خواب میں حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ اس اعزاز سے کیا حاصل مجھے معلوم ہوا کہ آپ اس عمل سے ناراض ہیں اسی وقت ترک کر دیا پھر نہیں پڑھا۔ (حاشیہ) قولہ تقریب عرس میں مجھ کو بلوایا، اقول ممکن ہے

تم ہوائے نور محمد خاص محبوب خدا ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا عشق کی پرسن کی باتیں کانپتے ہیں دست و پا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

جام الفت سے ترے میں ہی نہیں اک جرعہ نوش سینکڑوں در پر ترے مدہوش ہیں اے مے فروش
دل میں ہے ان کے بھرا اک بادۂ وحدت کا جوش پر یہی کہہ اٹھے ہیں جب ہے آیا ان کو ہوش
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا تم اوروں سے ہرگز نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

(حاشیہ) قولہ غیر خدا اور رسول کی مدح نہیں کی اقول یعنی جب منشاء اس مدح کا آپ کا تعلق خدا اور رسول کے ساتھ ہے تو آپ کی مدح خدا اور رسول ہی کی مدح ہے۔۱۲

(۲۸۹) فرمایا کہ حضرت شیر خاں صاحب جب حالت نوکری میں وقت شب ذکر نفی و اثبات کرتے تھے تو ان کے منہ سے ظلمت و نور دونوں نکلتے تھے۔ مدت تک کسی کو معلوم نہ ہوا۔ ایک دفعہ وہ مسجد میں ذکر کر رہے تھے ایک شخص کا ادھر گزر ہوا اس نے دیکھا کہ مسجد میں کبھی اندھیرا ہو جاتا ہے اور کبھی روشنی ہو جاتی ہے متحیر ہو کر سبب دریافت کرنے کو مسجد کے اندر آیا۔ آپ کو دیکھا کہ ذکر میں مصروف ہیں جب لا الٰہ کہتے ہیں منہ سے ایک تاریکی نکلتی ہے اور جب الا اللہ کہتے ہیں روشنی نمودار ہوتی ہے بعدہ اور کئی آدمیوں نے دیکھا اور اس کا چرچا ہونے لگا جب شیر خاں صاحب کو اطلاع ہوئی چونکہ آپ کو تو بوجہ پر تو پیر و مرشد کے اظہار کمال سے تنفر تھا گھبرا کر نوکری چھوڑ دی۔ حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کی حیات ہی میں انتقال فرمایا۔ (حاشیہ) قولہ منہ سے ایک تاریکی نکلتی ہے اقول یہ صورۃ مثالیہ تھی نفی کی اور روشنی صورۃ مثالیہ تھی اثبات کی اس کا ظہور کرامت تھی شیر خاں صاحب کی ورنہ یہ ظہور نہ لازم ہے نہ کمال۔۱۲

(۲۹۰) میں (راوی ملفوظات) حضرت کی خدمت میں غذائے روح کا وہ سبق جو حضرت

شاہ نور محمد صاحب کی شان میں ہے سنا رہا تھا جب اثر مزار شریف کا بیان آیا تو فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کا محتاج ہوں، کچھ دستگیری فرمایئے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا، اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقررہ پائین قبر سے ملا کرتا ہے۔ (حاشیہ) قولہ وظیفہ مقرر، اقول یہ منجملہ کرامات کے ہے۔۱۲

(۲۹۱) فرمایا کہ جہاں میرے حضرت پیر و مرشد کا مزار ہے وہاں ایک احاطہ امام سید محمود صاحب کا مشہور ہے اور اس احاطہ میں کسی نئی قبر کا حکم نہ تھا۔ آپ وہاں اکثر جایا کرتے اور دیر تک مشغول رہتے تھے۔ انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ اگر ممکن ہو مجھے اسی جگہ جہاں میں اکثر جاتا ہوں۔ دفن کرنا وہاں سے مجھے بوئے انس آتی ہے۔ الحاصل وہاں کے مجاوروں کو کچھ دے کر آپ کا مزار وہاں بنایا گیا۔ لیکن مجاوروں میں باہم تکرار ہوئی کہ نئی قبر کس نے بنوائی اور سر بازار نزاع ہوئی اسی حالت تکرار میں ایک آدمی کو کچھ غنودگی سی طاری ہوئی دیکھا کہ حضرت پیر و مرشد و سید محمود صاحب فصیل احاطہ پر کھڑے ہیں اور حضرت اپنا ہاتھ سید صاحب کے ہاتھ سے چھڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے بعض مجاور ناراض ہیں اب ہم یہاں نہ رہیں گے لیکن سید محمود صاحب نہیں چھوڑتے اور فرماتے ہیں کہ ہم کو ایک ہی تو یار غار ملا ہے ہم کیسے چھوڑیں گے اور اس منکر کو بہت لعن کیا۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تمام واقعہ بیان کیا اور اپنے انکار سے باز آیا اور یہ کیفیت عام طور سے مشہور ہوگئی۔ اور جنہوں نے بابت دفن کے روپیہ لیا تھا بمنت وسماجت واپس کیا۔

(۲۹۲) فرمایا کہ مزار مقدس آپ کا خام ہے البتہ حلقہ پختہ ہے۔ لوگوں نے چاہا کہ ایک ہاتھ سے اونچا کر دیں۔ آپ نے کسی کو خواب میں اشارہ کیا کہ خلاف سنت نہ کرو۔ ایک ہی ہاتھ اونچا رہنے دو۔

(۲۹۳) فرمایا کہ حضرت پیر و مرشد کے کوئی قریب حج کو تشریف لائے مجھ سے دریافت کیا کہ اجازت ہو تو قبر مبارک از سر نو درست کر دی جائے۔ میں نے کہا کیا مضائقہ ہے بعض

فقہاء جائز لکھتے ہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ میں کیسے منع کر دیتا۔ جس مزار سراپا انوار سے میں نے فیض حاصل کیا ہو میرے نزدیک اس کی درستی واصلاح تو فرض ہے۔ (حاشیہ) قولہ میرے نزدیک اس کی درستی واصلاح تو فرض ہے اقول مجاز ہے اور درستی سے پختگی لازم نہیں تطیین بھی کافی ہے۔ آگے عوام کا فعل ہے جس کی اجازت ثابت نہیں۔ ۱۲

(۲۹۴) فرمایا کہ امروہہ میں ایک ہندو تھا وہ حضرت عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ سے کمال اعتقاد رکھتا تھا۔ اس نے آپ سے عرض کیا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے تعویذ دیجئے۔ حضرت نے تعویذ دے کر فرمایا کہ ابھی تو اپنی بیوی کے بازو پر باندھ دو اور بعد تولد فرزند اس کے بازو پر باندھ دینا۔ تعویذ کی برکت سے اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ جب وہ سن تمیز کو پہنچا باغوائے بعض ہنود اس تعویذ کو کھول ڈالا۔ اس میں اڑری بھنبیری ساون آیا لکھا تھا یہ پڑھ کر اس نے تعویذ پھینک دیا۔ تعویذ پھینک کر وہ نہانے کو گیا دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ (حاشیہ) قولہ اڑری بھنبیری ساون آیا اقول اس میں خلاف شرع تو کوئی بات ہے نہیں رہ گئی مناسبت مضمون کی سو یہ بھی کوئی ضروری بات نہیں مقصود تسلی ہوتی ہے حاجت مند کی سو وہ بدوں مناسبت بھی حاصل ہے۔ ۱۲

(۲۹۵) اس امر کا تذکرہ تھا کہ عارف جنتی و دوزخی کو اسی عالم میں جان لیتا ہے مناسب اس کے حکایت بیان فرمائی کہ ہمارے پیر بھائی شیخ امام الدین تھانوی ایک مرتبہ پیر و مرشد کے ساتھ جھنجانہ گئے تھے اور وہ زمانہ حضرت کے مرض الموت کا تھا۔ جب شیخ صاحب اپنے وطن واپس آنے لگے، حضرت نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں جنتی دیکھنا ہو ان کو دیکھ لے۔ (حاشیہ) قولہ عارف جنتی و دوزخی کو اسی عالم میں جان لیتا ہے اقول یعنی ظناً نہ کہ قطعاً۔ ۱۲

(۲۹۶) فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن صاحب میرے پیر بھائی مقام منصور میں چھ مہینے رہے مگر بسبب توجہ پیر و مرشد دم انا الحق کا نہیں مارا اور کبھی کلمات شطحیات زبان پر نہیں لائے۔ بلکہ اسم و مسمی میں مستغرق رہتے تھے اور ذکر قلبی و لسانی دونوں ایک وقت میں کرتے تھے۔ اور یہ اجتماع بہت مشکل ہے۔

(۲۹۷) مثنوی معنوی کے درس میں شیخ کامل کی صحبت کے فوائد کا بیان تھا۔ میں نے

(۲۹۹) فرمایا کہ جب میں مکہ مکرمہ میں مہاجر ہو کر آیا یہاں کے اکثر مشائخ سلسلہ ظاہریہ و باطنیہ کے تھے وہ مجھ سے بہ الفت تمام پیش آتے تھے ایک بار میں عمرہ کے لیے تنعیم کو جا رہا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ میں تازہ ہند سے آیا تھا ایک مرد صالح مجھ کو دیکھ کر اپنی سواری پر سے اتر پڑے اور جب میں آگے نکل گیا، تب وہ سوار ہوئے لوٹتے وقت پھر وہ ملے اور ایسا ہی کیا۔ میں حیران تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے اس کے بعد ایک شخص نے میری دعوت کی جب میں ان کے مکان پر پہنچا، تو معلوم ہوا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جو مسجد تنعیم کی راہ میں ملے تھے۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ بڑے نامی گرامی و صاحب سلسلہ بزرگ مکہ معظّمہ میں ہیں نام مبارک ان کا ابراہیم رشیدی ہے۔ جو ملا نواب صاحب و محمد اسمٰعیل صاحب کے پیر و مرشد ہیں فرمایا کہ ابراہیم رشیدی صاحب آغا الماس کی رباط میں کئی بار میری خلوت میں تشریف لائے۔ اور بہت عنایت فرماتے تھے اور جب ملتے تھے تو فرماتے تھے: محبتك فی فوادی اور اپنے قلب کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

(۳۰۰) فرمایا کہ ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی۔ میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ یہاں رہتے ہو۔ اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو۔ یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہو گیا اس کے آنے سے میری مشکل حل ہو گئی جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا۔ (حاشیہ) قولہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ یہاں رہتے ہو، اقول اہل کشف کو اتنے عدد میں اولیاء کا اکثر اوقات حاضر حرم رہنا معلوم ہوا ہے اور غالباً یہ مشکل باطنی تھی۔ ۱۲

(۳۰۱) فرمایا بلکہ مطاف میں بعض وقت ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے انوار میں طواف کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی دِل چاہتا ہے کہ ان کے انوار و تجلیات کو دیکھا کرے اور بعض وقت ایسی ظلمت افعال شنیعہ طائفین کی ہوتی ہے کہ قلب مکدر ہو جاتا ہے اور طواف میں لذت و حظ نہیں آتا۔

(۳۰۲) فرمایا کہ میں دوسری مرتبہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوا، مجھے مثنوی معنوی کا بڑا شوق تھا اور حرم شریف میں چند مواضع میں درس مثنوی شریف ہوتا تھا۔

(۳۰۳) فرمایا کہ حافظ غلام مرتضٰی مجذوب پانی پت سالک مجذوب تھے۔ حالت سلوک میں ان کو جذب ہو گیا تھا۔ ہماری بستی میں اکثر آیا کرتے تھے۔ ایک بار غل ہوا کہ غلام مرتضٰی پتھر مار رہے ہیں۔ میں ان کے پاس گیا۔ مجھ کو دیکھ کر انہوں نے پتھر مارنا چھوڑ دیئے اور مجھے قریب بلایا میرے ہاتھ میں کوئی کتاب عشق کی تھی اس کے اوراق کھلوائے گئے۔ جب یہ شعر نظر پڑا ؎

عشق اوّل عشق آخر عشق کل　　عشق شاخ و عشق نخل و عشق گل

مجھ کو اشارہ کیا اور بشارت غلبۂ توحید کی دی۔ فرمایا کہ جو اسرار توحید میری زبان سے بیساختہ نکل جاتے ہیں، یہ اسی بشارت کا ثمرہ ہے۔

(۳۰۴) فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے حافظ غلام مرتضٰی سے ملاقات ہوئی۔ مجھے بشارت دی۔ میں نے عرض کیا کہ میرے حوصلہ کے موافق یا آپ کے؟ فرمایا میرے موافق میں بہت خوش ہوا۔

(۳۰۵) فرمایا کہ ایک دفعہ میں صحرا میں پھر رہا تھا۔ ایک جھاڑی میں کچھ آثار آدمی کے معلوم ہوئے۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہی مجذوب صاحب ہیں مجھ کو دیکھ کر بیٹھ گئے۔ میں بھی بیٹھ گیا۔ مجھ کو توجہ جذب کی دینا شروع کی۔ جب مجھے آثار جذب معلوم ہونے لگے میں نے حضرت پیر و مرشد کا تصور کیا اسی وقت حضرت میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گئے۔ مجذوب صاحب تبسم کرنے لگے میں نے عرض کیا کہ تمہاری طرح مجھ کو دیوانگی پسند نہیں ہے۔

(۳۰۶) فرمایا کہ ایک بار میں ان مجذوب کے پاس گیا میرے پاس ایک لنگی تھی۔ فرمانے لگے کہ اس کو بچھا دو۔ مولوی قلندر صاحب مع اپنے معشوق کے آتے ہیں۔ میں نے پوچھا مولوی صاحب کہاں ہیں۔ فرمایا ابھی آتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں مولوی قلندر صاحب مع محمد حسین صاحب کے کہ ان سے محبت کرتے تھے آئے مجذوب صاحب نے ان کو میری

بیان فرمایا اور شاہ احمد سعید صاحب کو یاد کر کے بہت رنجیدہ اور اشکبار ہوئے۔۱۲

(۳۰۹) فرمایا کہ ابوالحسن مرید خاص شاہ احمد سعید صاحب نے چاہا کہ میں شاہ صاحب سے کچھ ان کی سفارش کر دوں میں نے کہا یا نہیں کہا۔ لیکن وہ جب میرے پاس آئے تو بہت بشاش تھے اور کہا کہ آپ کی عنایت سے شاہ صاحب نے مجھے طریقہ بھی بتلا دیا اور مجاز بھی کر دیا۔

(۳۱۰) فرمایا کہ اسی سال ایک شخص محمود رافع نام باشندہ طرابلس نے بہمراہی مولوی عبدالوہاب صاحب میرے پاس آ کر استدعائے بیعت کی اور بیان کیا کہ میرے والد مفتی عبدالغنی صاحب نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ تم مکہ مکرمہ میں بیٹھے کیا کرتے ہو، حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت کیوں نہیں کرتے۔

(۳۱۱) فرمایا کہ میں حرم میں بیٹھا تھا۔ ایک شخص مسمی عبدالرحمٰن باشندہ آسام میرے قدموں پر آ کر گرا اور کہنے لگا کہ میرے والد اولیائے کرام سے تھے۔ مجھ کو آپ کی صورت مقدس دکھا کر حکم دیا ہے کہ آپ سے بیعت کروں، اسی حلیہ خواب کو آپ سے موافق پا کر حاضر ہوا ہوں۔

(۳۱۲) فرمایا کہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں۔ محبوب علی نقاش نے آ کر بیان کیا کہ ہمارا آگبوٹ تباہی میں تھا میں مراقب ہو کر آپ سے ''ملتجی'' ہوا آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا۔ (حاشیہ) قولہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اقول غایت تواضع ہے ورنہ مدعی کے لئے تو یہ موقع اچھی خاصی شہادت کا تھا۔۱۲

(۳۱۳) مولوی غلام حسین صاحب نے مکہ معظمہ میں خواب دیکھا کہ ایک مجمع میں حضرت صاحب کا ایک مرید کہہ رہا ہے کہ حضرت ختم المرسلین ﷺ فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب دیگر اولیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔ (راوی ملفوظات نے کہا کہ مرید کو اپنے پیر سے ایسا ہی اعتقاد رکھنا چاہیے) مولوی صاحب نے جواب دیا کہ میں اپنا اعتقاد تو بیان نہیں کرتا، بلکہ حضرت رسول مقبول ﷺ کا فرمان بیان کرتا ہوں۔ جب حضرت صاحب سے یہ خواب عرض کیا گیا فرمایا کہ عجب معاملہ ہے کہ تم لوگ کیا کیا دیکھتے ہو اور مجھے کیا کیا اعتقاد

بدون اطمینان کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔

(۳۳۰) فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ایک شخص نے توکل اختیار کر کے ایک جنگل میں سکونت اختیار کی۔ تین روز تک اس کو کھانا نہ ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس نے اس کی شکایت کی آپ نے خدا سے عرض کیا۔ جواب ملا کہ یہ شخص چاہتا ہے کہ عالم اسباب کہ میرے اسماء صفات کا مظہر ہے اور سراسر حکمت ہے مٹ جاوے اس سے کہہ دو کہ بستی میں جا کر قیام کرے یہ بھی ایک سبب ہے سبب کا مرتکب ہونا توکل کے منافی نہیں ہے۔ حدیث شریف میں یہ مضمون وارد ہے۔

ع برتوکل زانوے اشتر بہ بند

(۳۳۱) فوائد صحبت میں فرمایا کہ حضرت جنید پر ایک بار حالت طاری تھی ایک کتا سامنے آ گیا اس پر ایسا اثر پڑا کہ چیختا ہوا نکلا اور باہر جا کر مراقب ہو کر بیٹھ گیا اور شہر کے کتے اس کے گرد مانند طالب صادق کے بغرض استفادہ جمع ہوئے۔

(۳۳۲) تعبیر رویا کا بیان تھا فرمایا کہ ایک شخص نے خواب دیکھا کہ ایک آدمی مر گیا اس کا جنازہ حرم شریف میں آیا اور لوگوں کا اس کے گرد مجمع ہے۔ میں نے اس کی تعبیر دی کہ دنیا میں اس جنازہ کا بہت کچھ عروج ہوگا چند سال بعد اس کا ایسا عروج ہوا کہ کسی ہندی کا مکہ معظمہ میں ایسا عروج تھا حتیٰ کہ شیخ الہنود ہوا اور شرفائے عرب میں اس کی بہت تعظیم و توقیر ہوئی۔ فرمایا کہ یہی مرنا سالک کے حق میں تعبیر اس کے نفس کا مرنا ہے اور کامل کے لیے تعبیر اس کی غفلت یاد الٰہی سے ہے۔ اس کے مناسب حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص کسی کامل کی زیارت کو چلا راستہ میں ایک درخت کے نیچے آرام کیا۔ اس درخت پر جانوروں نے آپس میں کہا کہ افسوس فلاں فقیر جس کی زیارت کو یہ آدمی جا رہا ہے فلاں روز مر گیا۔ یہ سن کر اس کو تفکر ہوا مگر عزم فسخ نہیں کیا۔ جب ان بزرگ کے یہاں پہنچا تو ان کو صحیح و سالم پا کر راستہ کا حال بیان کر کے کہا کہ جانور تک جھوٹ بولنے لگے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جانور سچے ہیں اس دن میں ذکر الٰہی سے غافل تھا جو میرے واسطے مرگ سے بدتر ہے۔